© rasailojaraid.com

دلایا گیا ہے۔ آیت ۴۱ میں اس چیز پر ایمان لانے کو کہا گیا ہے جسے خدائے عزوجل نے ''أَنزَلْتُ مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَكُمْ'' کہا ہے۔ آیت نمبر ۴۲ میں کتمان حق سے منع کیا گیا ہے۔ آیت نمبر ۴۳ میں نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے اور پھر آیت نمبر ۴۶ میں ''أَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ'' کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔ میاں صاحب! بنی اسرائیل کو یہاں آیت ۴۰ تا ۴۶ میں براہ راست جو کچھ کہا جا رہا ہے، کیا یہی باتیں ان متقین کی صفات نہیں ہیں جن کا تذکرہ سورۃ البقرۃ کے بالکل ابتدائی آیات میں ہوا ہے: ''الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ o والَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ''۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ان صفات کی حامل متقی شخصیت یہی ملکوتی رویہ اپنائے گی اور حق کے سامنے سرنگوں (Surrender) ہوگی۔

جیسا کہ میں نے پہلے اشارہ کیا، قرآنی علمیات کے رہنمایانہ منہاج میں آپ سے لغزش ہوئی ہے۔ رہنمایانہ منہاج کے لیے آپ نے حضرت آدمؑ اور فرشتوں کے واقعے سے متعلق آیات کا انتخاب کیا ہے۔ پہلی آیت یہ ہے:

''وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلاَئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُواْ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لاَ تَعْلَمُونَ''

یہاں ایمان بالغیب کی تعبیر امکانات کو چھونے کی خواہش اور سکت کے نظریے سے Pre-Minded ہوتے ہوئے آپ نے لکھا ہے: ''خلیفہ کے بارے میں فرشتوں کی یہ جانکاری کی وہ زمین میں فساد اور خونریزی برپا کرے گا، خدا ہی کی عطا کردہ تھی۔'' (ایضاً ص ۲۱) اور اس کے لیے آپ نے آیت نمبر ۳۲ کے الفاظ ''لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا'' سے استدلال کیا ہے۔ اگر آیت نمبر ۳۰ میں ''إِنِّي أَعْلَمُ مَا لاَ تَعْلَمُونَ'' کے الفاظ نہ ہوتے تو آپ کا مذکورہ استدلال درست ہوتا۔ اس آیت سے صریحاً واضح ہے کہ فرشتوں نے لفظ ''خلیفہ'' کی بنا پر ایک امکانی بات کی جو ادھورے سچ کے مترادف تھی، یعنی وہ انسانی تخلیق کی مکمل اسکیم سے واقف نہیں تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ میں جانتا ہوں وہ کچھ جو تم نہیں جانتے۔ اگر اللہ نے فرشتوں کو بتا دیا تھا کہ انسان زمین میں فساد اور خون ریزی کرے گا جیسا کہ آپ نے لکھا ہے تو پھر ''إِنِّي أَعْلَمُ مَا لاَ تَعْلَمُونَ'' کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ شاید آپ اس کا جواب یہ دیں کہ انہیں انسان کے اسی خاص پہلو کے متعلق بتایا گیا تھا۔ میری گزارش ہوگی کہ اس مفروضے کی بنیاد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ ان کے ساتھ مذاق تو نہیں کر رہا تھا کہ آدھی بات بتا دی اور آدھی رہنے دی۔ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو زمین پر انسان کے خلیفہ بنائے جانے سے آگاہ کیا۔ 'خلیفہ' (یعنی صاحب اختیار) کے لفظ سے فرشتوں نے ایک امکانی بات اخذ کی جو معاملے کے سارے پہلوؤں کو محیط نہ تھی، یعنی یہ کہ یہ صاحب اختیار مخلوق زمین میں فساد برپا کرے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اس کے بعد اللہ نے فرشتوں کے نہ جاننے کو جاننے میں تبدیل کرنے کے لیے پہلے حضرت آدمؑ کو ان کی ''صالح ذریت'' کی فہرست دکھائی (یا ان نیک بندوں کی صورتیں دکھائیں) پھر ان نیک بندوں کی بابت فرشتوں سے دریافت کیا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ان لوگوں کے متعلق، جو سب کے سب نیک اور متقی ہوں گے، تمھاری کیا رائے ہے؟ فرشتوں نے اللہ کی مکمل سکیم کی نوعیت کو سمجھنے سے معذوری ظاہر کی اور شک کرنے سے گریز کیا

© rasailojaraid.com